ڈاکٹر محمد امتیاز/غنچہ بیگم
شعبۂ اُردو، سرحد یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

روشن نگینوی کی غیر مطبوعہ قلمی بیاضیں

Roshan Naginvi (1925- 1989) is considered one of the best poet of Urdu language and literature. His poetry consists of different sub-genres as ghazal, nazim, qita, rubi, geeth, etc. His poetry used to be published in the well-known Urdu literary journals, but unfortunately, none of his poetic works have been published. He has eight unpublished and one published poetics work. The critics have acclaimed his status. All of his poetry which is lying scattered in hand - writ is needed to preserve in the form of KULLYAT and to present his poetry according to the principles of text editing.

تعارف:

سائنس، اکنومکس اور ٹکنالوجی کی دنیا میں شاعری کی دریافت دراصل انسان کی باطن کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔[۱] تب ہی ادبی محقق گم شدہ دفینوں سے شاعروں اور ادیبوں کے دریافت میں مگن رہتا ہے۔ انھی دفینوں میں ایک دریافت اُردو زبان و ادب کے ممتاز شاعر روشن نگینوی کی بھی ہے۔ روشن نگینوی کا شمار اُردو کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے نہ تو شہرت ملی اور نہ مقبولیت کیوں کہ یہ دونوں چیزیں قسمت والوں کو ملتی ہیں۔ ورنہ جب تک حیات تھے اُن کا کلام اُردو زبان و ادب کے مؤقر اور معتبر ادبی رسالوں اور اخباروں میں برابر شائع ہوتا رہا۔

روشن نگینوی کا اصل نام سید سلطان احمد زیدی اور تخلص روشن تھا۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۵ء [۲] کو گاؤں نگینہ ضلع بجنور (یو پی) کے ایک خاندانِ سادات میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام سید سجاد تھا۔ اپنے گاؤں نگینہ کی مناسبت سے اپنے نام کے ساتھ نگینوی لکھنے لگے اور یوں روشن نگینوی کے قلمی نام سے ادبی دنیا میں مشہور ہوئے۔ اپنے گاؤں کے ہائی سکول (جارج ہندو پبلک سکول) سے سکینڈ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ گریجویشن تک تعلیم کی خواہش تھی مگر مالی حالت نے اس کی اجازت نہ دی۔ بہر حال بی اے کرنے کی تمنّا وقت گزرنے کے باوجود اُسی طرح دل کے کسی گوشے میں محفوظ رہی۔ انیس سال بعد ۱۹۷۰ء میں یکا یک ایک لہر آئی اور پشاور یونی ورسٹی سے بی اے اور بی اے آنرز کے امتحانات اعزازی نمبرات سے پاس کیے۔[۳] ہائی سکول سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد روشن نگینوی نے بہ سلسلۂ ملازمت ۱۹۴۱ء میں نگینہ کو خیر باد کہا اور انڈین ایئر فورس میں شمولیت اختیار کی۔ تب سے ۱۹۴۷ء تک شملہ اور دہلی کے شعر پرور اور ادب نواز ماحول میں شعری مدارج طے کیے۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان ہجرت کی اور سنہ ۵۴ء تک راولپنڈی کو اپنا مسکن بنایا۔ پاک فضائیہ میں ملازمت ملی تو بہ سلسلہ ملازمت کراچی چلے گئے۔ وہاں سے ۱۹۵۷ء کے لگ بھگ پشاور تبادلہ ہوا۔ پشاور میں

فضائیہ کے ہیڈکوارٹر میں جی ایس او کے عہدے پر مامور ہوئے اور یہی پر سبکدوش ہوئے۔ پاک فضائیہ میں اعلیٰ ملازمت کے حصول کے بارے میں روشن نگینوی خود کہتے ہیں:

''زندگی کی ابتدائی ساعتیں غربت و افلاس کی آغوش میں گزریں لیکن والدین کی نگاہوں میں میری ذات سے وابستہ مستقبل کے کچھ ایسے حسین خواب جھلملا رہے تھے جنھوں نے خون آشام غربت اور نامساعد حالات کے باوجود میری تعلیم کو جاری رکھنے میں مدد دی اور یہ انھی کی پُر خلوص اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے بفضلہٖ تعالیٰ اُن کی تمنائیں پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔''۴

روشن نگینوی کو پشاور کی فضا ایسی پسند آئی کہ مرتے دم تک پشاور میں رہے۔۵

شاعری کی ابتداء:

روشن نگینوی کو شاعری کا ملکہ قدرت کی طرف سے ملا تھا۔ وہ قدرتی طور پر ایک شاعر پیدا ہوئے تھے۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

''میں اپنی زندگی کا وہ واقعہ کبھی فراموش نہیں کرسکتا جب پہلی دفعہ مجھے احساس ہوا کہ میں شاعر ہوں اور شعر بہت بڑی نعمت ہے۔ میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا کہ میرے اُردو کے ماسٹر جو خود بھی شاعر تھے۔ کلاس میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔'' سنا ہے تم شاعر ہو۔ اچھا آج تمھارا امتحان لیا جاتا ہے اس مصرع پر گرہ لگاؤ ؎

''کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنّا کر دیا'' (حسرت موہانی)

مصرع بلیک بورڈ پر لکھ دیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ مصرع کسی طرحی مشاعرہ کا تھا۔ قدرے تعامل کے بعد میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔

اُن کی نظروں سے تو کیا اپنی نظر سے گر گیا ''کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا'' شعر سنتے ہی مولوی صاحب کے منہ سے ایک لمبی ''واہ'' نکلی جو ایک برق بن کر دور تک میرے شعور کو جگمگاتی چلی گئی۔ معنی خیز نظروں سے ماسٹر صاحب مجھے دیکھتے رہے۔ یہ میری شاعرانہ زندگی کی پہلی داد تھی۔''۶

اپنی شعری تحریک کے حوالے سے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''میری شاعری کا اصل محرک میرا ذوقِ سلیم، مطالعہ اور تلخ و شیریں مشاہدات و تجربات کا وہ لامتناہی سلسلہ ہے جو جذبات و حسّیات اور اندازِ فکر کی ہم آہنگی کے بعد شعر کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔''۷

روشن نگینوی کی شعر گوئی کی باقاعدہ ابتداء ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ اسی دوران ہندوستان کے مشہور ادبی رسالوں میں ان کا کلام چھپنے لگا۔۸ ۴۳ء سے لے کر وفات (۷/اگست ۱۹۸۹ء) تک پاک و ہند کا کوئی ایسا مؤقر ادبی رسالہ اور اخبار نہ تھا جس میں ان کا کلام شائع نہ ہوتا تھا۔ اپنے عہد کے جن معروف ادبی رسالوں اور اخباروں میں ان کا کلام شائع

ہوا،اُن میں: ساقی، نگار ،پیام سحر ، جامِ نو، الشجاع ،اربابِ قلم، سب رس ، آہنگ . (کراچی)، ہمایوں ، بیسویں صدی، شاہکار، نیرنگِ خیال ، ادبِ لطیف، ادبی دنیا، اداکار، حور ، پرواز، نورنگ ، تخلیق ، فنون، آج کل، ماہِ نو ، تقاضے . (لاہور) ارمان ، کہکشاں ، شعاعیں، قوم،عصمت،دین و دنیا،تبسم ،کشتِ ادب (دہلی)۔ افکار (بھوپال) الفاظ (علی گڑھ) منزل (لکھنؤ) پیام، سویرا (دکن) تعمیرِ نو(راولپنڈی)ہم لوگ (سرگودھا) طلوعِ سحر (راولپنڈی) نوبہار (پشاور) اور اخبارات میں: روزنامہ جنگ (راولپنڈی/ کراچی) ، روزنامہ نوائے وقت (لاہور) روزنامہ مشرق (پشاور) ، روزنامہ امن(کراچی) آزاد کشمیر (راولپنڈی) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ۹

اس قدر کثیر تعداد کے ادبی رسالوں میں کلام کی اشاعت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی شاعری اورخاص کر غزلیں خاصے کی چیز ہیں۔تبھی تو وہ ہر رسالے میں چھپتے تھے اور بامعاوضہ چھپتے تھے۔اس بات کا علم ہمیں ان کی فائلوں میں پڑے ایک غیر مطبوعہ خط سے ہوا جو یوسف ظفؔر کے نام ہے ۔ یوسف ظفؔر کو لکھتے ہیں:

”مجھے ہمیشہ آزاد کشمیر کی طرف سے ۱۵ روپیہ فی نظم/غزل معاوضہ ملتا رہا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی بغیر کسی خاص وجہ کے مجھے منظور نہیں۔“ ۱۰

روشؔن نگینوی کو ان کی شاعری پر ہر جگہ نوازا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صدرِ ایوب خان نے انھیں دو بار انعام سے بھی نوازا۔ جیسا کہ ۱۴/ جنوری ۱۹۵۶ء کے اخبارات سے ظاہر ہے:

روشؔن نگینوی کو صدر ایوب کا انعام

”صدرِ ایوب نے اُردو کے ایک شاعر روشن نگینوی کو تین سو روپے بطور انعام دیے ہیں۔ یہ ان کی نظم” جری رہنما“ ۱۱ پر دیا گیا جو انتخاب میں صدر ایوب کی کامیابی پر لکھی گئی ہے۔ روشؔن نگینوی کو صدر نے ۱۹۵۹ء میں بھی ڈیڑھ سے روپے کا انعام انقلاب اکتوبر سالگرہ کے موقع پر ان کی نظم ”جہادِ ایوب“ ۱۲ پر دیا تھا۔“ ۱۳

روشؔن نگینوی کو حلقہ ارباب ذوق شاخ دہلی اور راولپنڈی میں بھی شرکت کے مواقع میسر آتے رہے۔ پشاور آنے کے بعد ریڈیو پاکستان پشاور اور پاکستان ٹیلی وژن پشاور سے وابستہ رہے۔ ریڈیو کے لیے غنایئے، گیت، افسانے، خاکے،فیچر، کتابوں پر تبصرے، اور ڈرامے لکھتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ریڈیو کے ہر مشاعرے میں شرکت کے دعوت نامے بھی ملتے رہے۔ ۱۴ پاکستان ٹیلی وژن پشاور کے ادبی پروگراموں اور مشاعروں میں شرکت کے علاوہ ٹیلی وژن کے لیے نغمے اور گیت بھی لکھے۔ اُنھوں نے پشتو دھنوں میں جو گیت لکھے اور جنھیں جاوید اختر نے گایا، انھیں اپنے دور میں خوب شہرت ملی ۔ مثلاً ان کے مشہورِ زمانہ گیتوں میں سے :

؎ ”ظالم نظروں سے تو نے مجھ کو مارا، مرجاؤں گا اور ؎ میرے چمن کے مالی آنا نہ ہاتھ خالی “، آج بھی اُسی

طرح مقبول ہے۔۱۵؎

روشنؔ نگینوی کا شعری سفر ۴۶(۴۳ء تا ۱۹۸۹ء) سالوں پر محیط ہے۔ اس دوران اُنھوں نے غزل ، نظم، حمد ، نعت، سلام ، قطعہ، رباعی ، قومی وملی نغمے، گیت، بلکہ یوں کہیے کہ شاعری کے جملہ اصناف میں شعر کہے اور خوب کہے۔ اِس طویل شعری سفر میں اُن کے حسب ذیل نو (۹) شعری مجموعے وجود میں آئے۔

نگینے ،نکہتیں، رگِ سنگ، آئینہ گفتار، حرف فروزاں، شعلہ زار، چراغ فردا، غیب و حضور، اور اوج پاکستان۔ لیکن شومئ قسمت دیکھیے کہ آخرالذکر مجموعہ اوج پاکستان کے علاوہ باقی سب مجموعے تا حال غیر مطبوعہ ہیں اور طباعت کا راستہ دیکھ رہیں۔ اوج پاکستان قومی وملی نغموں ، اور رجزیہ نظموں کا مجموعہ ہے۔ جس کا محرک سنہ ۶۵ء کی جنگ ہے ۔ یہ مجموعہ۱۹۶۶ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔۴۳ ء سے ۱۹۴۷ء تک ان کے دو مجموعے نگینے (قطعات اور رباعیات) ، اورنکہتیں (غزلیں اورنظمیں) پایہ تکمیل کوپہنچ چکے تھے۱۶؎ ان دونوں مجموعوں میں ان کی اوّل عمری کی شاعری ہے ، جن میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کا حسین امتزاج ہیں۔ روشنؔ نگینوی صرف ایک اچھے غزل گو اورنظم گو ہی نہ تھے بلکہ قطعات کےفن پر بھی اُنھیں دسترس حاصل تھا۔عبدالحمید عدمؔ ان کے قطعہ نگاری کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

’’ روشن کے قطعات زندگی کی گوں ناگوں کیفیات کی ترجمانی کے مترنم اوروجد انگیز نقوش ہیں۔ موضوع کے معاملہ میں روشن ایک نگاہِ محیط کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہر موضوع اُس کی طبع آزمائی اور جوہرنمائی کے لیےتخلیق کیا گیا ہے۔لیکن مضامین کی وسعت اور تنوع کے باوصف روانی رنگ اور رچاؤ کہیں اُس کے شعر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کا کلام قاری کے احساسات میں جذب ہوتا ہوتا اُس کے حواسِ لطیف کو اپنی رو میں بہالے جاتا ہے۔‘‘ ۱۷؎

عبدالحمید عدمؔ کے اس تجزیے کے استناد کے لیے یہ دو قطعات بطورِنمونہ ملاحظہ کیجیے : ؎

میں نے سوچا تھا کہ روشن ہیں ستاروں کے چراغ
تیرہ راہوں میں مگر کوئی سہارا نہیں نہ ہوا
میں نے چاہا تھا کہ میں تم کو بھلا دوں لیکن
میری خود دار طبیعت کو گوارا نہ ہوا

میں نے مجبور ہو کے فطرت سے
جب عقیدت کے پھول پیش کیے
دوستوں نے فریب دے دے کر
دوستی کے اُصول پیش کیے

(غیر مطبوعہ مجموعہ: نگینے)

روشنؔ نگینوی کی قادرالکلامی میں شک نہیں۔ ان کی غزل ایمائیت ، رمز اور حُسنِ بیان کی صفات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ یوسف ظفؔر ان کی غزلوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''روشنؔ نگینوی کے کلام میں اس کی پختگی مشق اور قادر الکلامی کا ہر شعر میں ثبوت میں موجود ہے۔ یوں کہیے کہ ان نے تمام زندہ روایات کو تابندگی بخشی ہے۔'' ۱۸؎

روشن نگینوی کی کلام کی پختگی کے حوالے سے یہ چند اشعار ملاحظہ کیجیے: ؎

اُس وقت دوستی کے معنٰی سمجھ میں آئے
دامن بچا کے مجھ سے جب میرے یار گزرے

روشنؔ اگر دلوں میں کچھ فاصلہ نہیں ہے
میرے حسین شکوے کیوں ناگوار گزرے

(غیر مطبوعہ مجموعہ: رگِ سنگ)

کفر و اسلام میں کچھ فرق نہیں ہے روشنؔ
لب پہ ہے نامِ خدا دل میں صنم رکھا ہے

(غیر مطبوعہ مجموعہ: رگِ سنگ)

دام پھیلائے ہوئے حرص ہوا ہیں کتنے
ایک بندہ ہے مگر اُس کے خدا ہیں کتنے

اے ثنا خوانِ بہار تجھے معلوم بھی ہے
چاک دل، چاکِ جگر، چاکِ قبا ہیں کتنے

(غیر مطبوعہ مجموعہ: حرفِ فروزاں)

روشنؔ نگینوی جس دور کے شاعر تھے یہ وہی دور تھا جس میں غزل کی جگہ نظم اور نظم آزاد کا شہرہ تھا۔ غزل پر اعتراضات اور اس کے تنگنائے دامن کا چرچا تھا۔ لیکن روشنؔ نگینوی نے غزل ہی کو اپنا اصل میدان بنایا اور حقیقت یہ ہے کہ غزل ہی میں ان کے جوہر کھلتے ہیں۔ خاور قریشی ان کی غزلوں پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''روشنؔ کی غزلوں میں موضوع اور فن دونوں اعتبار سے جدید رجحانات کے نقوش جلوہ گر ہیں۔ اس کے ہاں ایک بسیط فضا کا احساس ملتا ہے۔ جو عشق و محبت کی واردات سے آگے بڑھ کر زندگی کے مسائل اور ان کے حل کرنے کی کوشش کا پتہ دیتا ہے۔ اس کے کلام میں غمِ دوراں کا مطالعہ بھی ہے اور غمِ جاناں کی خلش بھی۔ اس نے زندگی کا جزوی جائزہ بھی لیا ہے اور اس پر ایک مجموعی نظر بھی ڈالی ہے۔ اس کے احساسات

میں شدت اور خلوص کارفرما ہے۔ اس کو کلام پر بے پناہ قدرت ہے اور وہ الفاظ سے کھیلتا ہوا، استعاروں اور تشبیہوں کے دریا بہا دیتا ہے...... روشؔن کے کلام میں زندگی ہے اور یہی اس کے زندہ رہنے کی ضمانت ہے"۔ ۱۹

پاکستان کونسل پشاور نے ۱۴/فروری ۱۹۷۱ء کو احمد فرازؔ کی صدرات میں روشؔن نگینوی کی شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں " روشؔن نگینوی کے ساتھ ایک شام" کا اہتمام کیا۔ جس میں ملک کے نامور ناقدینِ ادب نے روشؔن نگینوی کی شاعری کے فکری وفنی محاسن پر مقالات پیش کیے۔ ذیل میں ناقدین کی آراء سے اقتباسات صرف اس خاطر نقل کیے جاتے ہیں تاکہ ان کی شاعری کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے: ۲۰

روشؔن نگینوی کی شاعری...... ایک جائزہ ، از: مرتضٰی برلاس

"اگر بقول شیلےؔ شعر محض تخیل کی زبان ہے تو تخیل کی یہ پروازیں روشؔن کی شاعری میں کسی معاصر سے کم نہیں۔ ؎

چاند سے دور ستاروں میں تب و تاب تو ہے
وہ جو نزدیک ہیں محرومِ ضیا ہیں کتنے

چند ہنستے ہوئے پھولوں کا چمن نام نہیں
غور سے دیکھ کہ پامالِ صبا ہیں کتنے

اگر بقول ایلفرڈ آسٹن شعر حیات کی تبدیلِ حسیئت ہے اور مری اشیاء محسوسات کا تخیلی اظہار ہے تو روشؔن کی شاعری میں یہ تخیلی اظہار بھرپور طریقے سے موجود ہے اور اگر بقول پروفیسر رشید احمد صدیقی شعر کی کیفیت کا انحصار اُس رمزیت و ایمائیت پر ہے کہ جس کے اثر سورج کی خیرہ کن چمک کے مقابلے میں چاند کی دھیمی دھیمی روشنی زیادہ پرکیف محسوس ہوتی ہے تو یہ رمزیت روشؔن نگینوی کے شعروں میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ؎

ذرا یہ سوچ لو موضوعِ گفتگو کیا ہے
وفا کا ذکر ہے دامن بچا کے بات کرو

دلِ مجبور کے ہاتھوں بہت مجبور ہیں دونوں
جو سچ پوچھو تو اس دل کو نہ تم سمجھے نہ ہم سمجھے

روشؔن نگینوی کی غزل کی چند پہلو، از: پروفیسر اشرف بخاری

"روشؔن نگینوی کا شعری سفر اُن کے فکری مراحل کی داستان ہے...... روشؔن کی غزل جدت و روایت کا

خوشگوار امتزاج ہے۔اس پر اگر ایک طرف احترامِ آدمیت کی فضا چھائی ہوئی ہے تو دوسری جانب مستقبل کے امکانات بھی پوری طرح سموئے گئے ہیں۔روشن کی غزل قنوطیت کے اندھیاروں میں رجائیت کی فروزاں قندیل ہے اِس لیے مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ روشن کی غزل صحت مند عناصر اُن کے نام اور کام کو جاوداں رکھیں گے۔''

روشن نگینوی .....ایک نغز گو شاعر، از: سید اقتدار علی مظہر

''روشن نے بیدار ضمیر، چشمِ حقیقت نگر، تڑپتا ہوا دل اور ذوقِ سلیم پایا ہے۔اس کا لہجہ و بیان انتہائی سادہ، صاف اور شُستہ ہے۔ کلام میں برجستہ پن، طبع حلیم اور نفیس شریف کے ساتھ روشن انتہائی جرأت مندی سے عشقِ مجازی کی حقیقی مصوری کرتا ہے۔ اُسے رسمی موضوعات سے چڑ ہے۔ وہ دماغی کاوشوں سے ادب برائے زندگی پیدا کرتا ہے۔ وہ ادب برائے ادب کا صرف اس حد تک قائل ہے کہ اپنی تخلیقات میں فنّی پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے اور ایسے خیالات نظم بند نہ کیے جائیں جو پڑھنے والوں کو خیالی دنیا میں پہنچا کر محض ذہنی لذت اور بے مقصد لطف اندوزی کی ترغیب دیں۔''

روشن نگینوی کی شخصیت اشعار کے آئینہ میں ،از: محمد امیر خان مسرور

''روشن کو زبان و بیان پر زبردست قدرت حاصل ہے۔اس کے کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے جمالیاتی اقدار کو احسن طور پر اپنے کلام میں سمویا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے یہاں سیاسی اور سماجی واقعات کا ذکر بھی ہے۔ یعنی روحِ عصرِ حاضر (Sprit of the age) کی جھلک نمایاں ہے۔''

ناقدین کی آراء کے بعد روشن نگینوی کی غزلوں سے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔جن سے ان کی شاعرانہ عظمت خود عیاں ہو جائے گی۔ ؎

ہے بقدرِ ظرف ہر شے محترم اپنی جگہ
جامِ گل اپنی جگہ اور جامِ جم اپنی جگہ

بے بصر ہے دیکھنے والوں کی چشمِ امتیاز
ورنہ قطرہ بھی نہیں دریا سے کم اپنی جگہ

شمع بھی جلتی رہی پروانے بھی جلتے رہے
عشق میں دونوں رہے ثابت قدم اپنی جگہ

(غیر مطبوعہ مجموعہ: غیب و حضور)

کہتی ہے گلوں کو عرق آلود جبیں کچھ
سمجھو تو بہت کچھ ہے نہ سمجھو تو نہیں کچھ

ان اہلِ خرد کی کوئی باتوں میں نہ آئے
یہ لوگ کہیں کچھ ہیں کہیں کچھ ہیں کہیں کچھ

ممکن ہے کہ محشر میں ملیں یا نہ ملیں ہم
بہتر ہے کہ اب فیصلہ ہو جائے یہیں کچھ

(غیر مطبوعہ مجموعہ: چراغِ فردا)

لفظ غنچوں کی طرح کان میں رس گھولتے ہیں
لوگ پھولوں میں ترا حرفِ سبک تولتے ہیں

کون کہتا ہے کہ پتھر ہیں زباں سے محروم
سرِ شوریدہ نظر آئے تو یہ بولتے ہیں

(غیر مطبوعہ مجموعہ: حرفِ فروزاں)

ناقدین کی آراء اور نمونۂ کلام کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ روشن نگینوی پاکستانی غزل کے دور کے ایک نامور اور پُرغزل گو تھے۔ اُنھوں نے جو غزلیں کہی اُن کی تعداد ۴۸۰ ہے۔ ۲۱

☆

روشن نگینوی جتنے غزل کے ایک اچھے شاعر تھے سی قدر نظم کے بھی تھے۔ اُن کی نظموں کی تعداد ۱۲۰ ہے۔ ۲۲ قومی اور ملی نغمے اس کے علاوہ ہیں۔ روشن نگینوی کے دل میں ایک سچے پاکستانی کا دل دھڑکتا تھا۔ اُن کو اپنے وطن سے بے حد پیار تھا جس کی محبت میں وہ یوں گویا ہوتے ہیں:

تیری عظمت، تیری توقیر کا سامان ہیں ہم
مثلِ پروانہ تیرے حُسن پہ قربان ہیں ہم
پاسباں تیری روایات کے ہر آن ہیں ہم
عرصۂ شوق میں بپھرے ہوئے طوفان ہیں ہم
تیری آغوش میں پالے ہوئے انسان ہیں ہم
اے وطن، پیارے وطن، تیرے نگہبان ہیں ہم

(نظم: اے وطن، پیارے وطن، غیر مطبوعہ مجموعہ: چراغِ فردا، ص۔ ۴۹)

روشن نگینوی کو اپنا وطن پاکستان جنت سے کچھ کم دکھائی نہیں دیتا تھا اس لیے وہ ہر دم اسی کے گیت اور نغمے گاتا رہتا تھا۔

پاک زمیں کا گوشہ گوشہ جنّت کا گہوارا ہے
بیش بہا قربانی دے کا ایسا نقش اُبھارا ہے
دنیا کے نقشے میں جس کا رنگ بہت ہی پیارا ہے
آزادی کا نغمہ گا کر دُنیا کو للکارا ہے
یاد رہے اے دنیا والو! پاکستان ہمارا ہے

(نظم: پاکستان ہمارا ہے۔) ۲۳

یہاں بہ خوف طوالت روشن نگینوی کی قطعہ نگاری، رباعی، غنائیوں، اور متفرقات سے صَرفِ نظر کیا جاتا ہے ورنہ اسی قدر خوب صورت شعر انھوں نے انھی اصناف میں بھی کہے ہیں۔ اور بقول محمد طاہر فاروقی: ''روشن غزل، قطعہ اور رباعی تینوں میں طاق ہے اور مشہور شاعر ہیں۔'' ۲۴

روشن نگینوی ایک محفل پسند انسان تھے۔ مشاعروں میں دو دو اور تین تین بار سُننے کی فرمائشیں ہوا کرتی تھیں۔ پشاور میں ان کے حلقۂ احباب میں فارغ بخاری، رضا ہمدانی، جلیل حشمی، مرتضیٰ برلاس، خاطر غزنوی، محسن احسان، محمد طٰہٰ خان، اور کئی دیگر شعرا و اُدبا کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ وہ ہر محفل کی جان تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ شخص جو شب وروز ہر لحہ اپنے احباب کی محفلوں میں چہکتے رہتے یا غزل خوانی کرتے، لطیفہ گوئی سے محفل کو زعفران زار بناتے یک لخت خاموش اور اکیلے ہو کر رہ گئے۔ انسان اگر تندرست وصحت مند ہو تو تنہائی کا درمان کر ہی لیتا ہے لیکن انھیں جس دیمک نے اندر ہی اندر سے چاٹ لیا تھا وہ ان کے جوان رعنا فرزندِ عزیز سید منصور سلطان ۲۵ کی اچانک موت تھی۔ جو سیاچن کے برفستان میں اچانک کھو گئے۔ جوان بیٹے کی داغِ مفارقت نے اُنھیں سنبھلنے نہ دیا۔ یہ روگ اُن کے دل کو ایسا لگا کہ پھر وہ سچ مچ بظاہر دل کے عارضے میں مبتلا رہنے لگے۔ دراصل وہ ابھی تک یہ طے نہیں کر پائے تھے کہ ان کا بیٹا زندہ ہے یا اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔ گومگو کی یہ تلوار ہر وقت اُن کے سر پر لٹکتی رہتی تھی اُن کی آنکھیں اور کان ہر وقت دروازے کی آہٹ پر لگے رہتے بیٹا اب آیا کہ اب آیا۔۔۔۔ لیکن اُن کی یہ مراد کبھی پوری نہ ہوئی اور وہ اس غم میں گُھلتے رہے، جلتے رہے، جھلستے رہے۔ ۲۶

۷/ اگست ۱۹۸۹ء کا دن تھا۔ پی ٹی وی پشاور سنٹر میں مجلس مسالمہ کی ریکارڈنگ کے دوران روشن نگینوی نے اپنی جان، جہاں آفرین کے سپرد کی۔ مجلس مسالمہ کے دیگر شعرا میں فارغ بخاری، محسن احسان، غلام محمد قاصر، جلیل حشمی، خاطر غزنوی، ریاض ساغر شامل تھے۔ جب روشن نگینوی کی باری آئی تو وہ مسند پر تشریف لائے اور حضرت سید الشہداء کے حضور اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرنے لگے۔ اپنی رثائی نظم کا ایک بند پڑھنے کے بعد دوسرا بند شروع کیا ہی تھا کہ ان کی

حالت متغیّر ہونا شروع ہوگئی۔ وہ بیٹھے بیٹھے جھکے۔ ساتھیوں کا خیال تھا کہ شاید مسودہ دیکھنے کے لیے جھک گئے ہیں مگر ایسا نہیں تھا بلکہ وہ اپنی زندگی کی غزل کا مقطع پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اتنا جھکے کہ ان کا ماتھا ڈیسک کے ساتھ ٹکرایا اور پھر وہ بائیں کروٹ پر گر کر چت ہوگئے۔ مجلس مسالمہ کے شرکاء نے ان کو سنبھالا دیا مگر وہ خاموش تھے۔ ٹی وی کی انتظامیہ نے فوری طور پر اُنھیں ہسپتال پہنچایا مگر زیرِ بارِ منتِ مسیحا ہونے سے پیش تر ہی وہ واصل بحق ہوگئے تھے۔

لب پہ نام حسینؑ تھا جاری ''کیا دوانے نے موت پائی ہے'' ۲۷

سفارشات:

خلاصۂ کلام یہ کہ شعرا و ادبا کسی ملک کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں ملک کی تاریخ، تہذیب اور ثقافت چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے ملک کے علاقائی اور قومی زبان کے امین ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے کارناموں پر تاریخ خاموش نہیں رہ سکتی۔ انھیں دریافت کرنا، ان کے فکر و فن سے استفادہ کرنا آنے والی نسلوں کا کام ہوتا ہے۔ اور تاریخی تحقیق میں سب سے زیادہ اہمیت ''متن'' کی ہوتی ہے تبھی تو رشید حسن خان نے متن کے حوالے سے اپنی خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

> ''جب تک قدیم متنوں کو، اُصولِ تدّوین کی مکمل پابندی کے ساتھ مرتّب نہیں کیا جائے گا اس وقت نہ تو تحقیق کی بہت سے گتھیاں سلجھیں گی اور نہ زبان و ادب کے ارتقا کا بالکل صحیح سلسلہ سامنے آسکے گا۔ نہ لسانی جائزوں کے غلط اندیشوں کا سلسلہ ختم ہوگا، اور نہ ایک جدید مفصل لغت مرتّب ہو سکے گی۔'' ۲۸

اس زمانے میں قدیم نثری و شعری تصانیف کو مرتب کرنے کی ضرورت کے احساس کے ساتھ ساتھ اس کی بھی ضرورت سمجھی گئی ہے کہ نسبتاً جدید تصانیف کو بھی آدابِ تصحیح و ترتیبِ متن کی پابندی کے ساتھ شائع کیا جائے۔ یہ رجحان ذاتِ خود مفید ہے۔ کوئی بھی ادبی کارنامہ کتنا ہی ابدی، آفاقی اور عالم گیر کیوں نہ ہو، اپنے زمانے اور مقامِ تصنیف سے رشتہ نہیں توڑ سکتا۔ ہر ادبی کارنامے میں اپنے عہد کی ایک آواز گونجتی ہے اور یہی آواز ادبی محقق اور نقاد کے لیے اہم ہے۔ روشن نگینوی اپنے دور کے مستند شاعر تھے۔ اُن کے ہم عصر نامور شعرا اور ناقدین نے اُن کی ادبی وقعت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔ وہ اپنے عہد کے معیاری رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کے کلام کا ایک بہت بڑا حصہ رسالوں کی فائلوں میں دفن ہے جو کتابی شکل میں شائع ہو کر محفوظ نہیں ہوسکا۔ روشن نگینوی کا کوئی بھی شعری مجموعہ زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے وہ ادب کے قارئین کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے کلام کو اُصولِ تدّوین کے تحت مرتب کر کے سامنے لایا جائے کہ عام قاری اور اُردو زبان و ادب کے محقق اور نقاد اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ اس کا حوالہ دے سکیں، اس سے سند پیش کر سکیں۔

اُردو زبان کے محقق کا یہ فرض بنتا ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے عمر بھر شعر و شاعری کی خدمت کی اور اُردو زبان کے فروغ و استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے کام اور کلام کو روشنی میں لا کر ایک اہم ادبی فریضہ پورا کرے۔

آج روشن نگینوی کی اولاد اور ہم عصروں میں ماسوائے چند ایک کے سب کے سب بفضلِ خدا زندہ و سلامت ہیں۔

ان کے شاگرد بھی مشقِ سخن جاری رکھے ہوئے ہیں اور یہ کہ تمام کے تمام قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ مصنف کو گزرے ہوئے ۲۷ سال کا عرصہ ہوا ہے، جو اگرچہ زیادہ ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ جس سے مصنف کے زمانے اور ذہن تک رسائی ممکن نہ ہو سکے۔ ان سب احباب اور قلمی نسخوں کے داخلی اور خارجی شواہد کو مدِ نظر رکھ کے ان کے تعاون سے روشن نگینوی کے سوانحی حالات اور فکر وفن اخذ کیے جاسکتے ہیں اور ان کے کلام کی تدّوین کر کے ایک مستند نسخہ منشائے مصنف کے مطابق تیار کیا جاسکتا ہے۔

توقع ہے کہ یہ مستند نسخہ اپنے دور کے اُردو زبان و ادب کے مسائل اور لسانی معاملات میں مفید ثابت ہوگا۔تدّوین کے اس کام کی وجہ سے اپنے عہد کے ایک معتبر شاعر کا کلام محفوظ ہوجائے گا۔ ایک ایسا شاعر جس کی زبان اپنے ہم عصروں کے نزدیک معیاری ہے اور جس کا اسلوب قابلِ تقلید، جس کا محاورہ اور روزمرہ لائق استناد ہے۔ یہ اُردو شاعری میں ایک نئے اضافے کا باعث ہوگا۔ ساتھ یہ کہ ان کا کلام اپنے دور کا ترجمان ثابت ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جیلانی کامران،'' اردوادب میں جدید رجحانات(نظم)، یہ مضمون ٹائپ شدہ صورت میں ہمیں روشن نگینوی کی فائلوں میں سے ملا، جو ریڈیو کے لیے لکھا گیا تھا،اور ریڈیو پاکستان پشاور سے نشر ہو چکا ہے۔

۲۔ روشن نگینوی کی تاریخ پیدائش میں ہمیں تضادات سے دوچار ہونا پڑا۔ کیوں کہ موصوف نے خود شعری مجموعہ رگِ سنگ اور غیب وحضور کے تعارفی مضمون'' عرضِ مصنف'' میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۲/ جولائی ۱۹۲۵ء بتائی ہے۔ جبکہ شعری مجموعہ چراغ فردا کے تعارفی مضمون'' عرضِ مصنف'' میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۲/ جولائی ۱۹۲۷ء۔ اس کے علاوہ پاکستانی اہلِ قلم کی ڈائریکٹری، اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد، ۱۹۷۹ء میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۵/ جولائی ۱۹۲۷ء رقم ہے۔ہم نے ان تمام حقائق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چوں کہ روشن نگینوی نے خود اپنے ہاتھ سے دو مقامات پر ۱۲/ جولائی ۱۹۲۵ء کا ذکر کیا ہے لہٰذا یہی تاریخ پیدائش درست ہے۔

۳۔ روشن نگینوی،''عرضِ مصنف''، غیر مطبوعہ مجموعہ: چراغِ فردا۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۴۔ روشن نگینوی، پیش لفظ، غیر مطبوعہ مجموعہ: غیب وحضور۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۵۔ محمد امتیاز،'' روشن نگینوی......ایک عہد ساز شاعر'' مشمولہ: روزنامہ مشرق پشاور ۲۷/ فروری ۲۰۰۷ء

۶۔ روشن نگینوی،'' عرضِ مصنف'' غیر مطبوعہ مجموعہ: رگِ سنگ۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۷۔ روشن نگینوی، پیش لفظ، غیر مطبوعہ مجموعہ: غیب وحضور۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۸۔ محمد امتیاز،'' روشن نگینوی......ایک عہد ساز شاعر''۔

۹۔ ان تمام رسالوں اور اخباروں کے نام روشن نگینوی کے قلمی بیاضوں کی ورق گردانی سے نوٹ کیے گئے ہیں۔ ساتھ ان کی فائلوں میں سے رسالوں اور اخباروں کے تراشے بھی ملے جن میں ان کا کلام شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ روشن نگینوی کی یہ ایک اچھی عادت تھی کہ جس رسالے یا اخبار میں ان کا کوئی کلام چھپ جاتا تو وہ اپنی بیاض میں اُسی غزل، نظم کے آخر میں رسالے کا نام اور مورخہ درج کر لیتے تھے۔

۱۰۔ مکتوب بنام: یوسف ظفر مورخہ ۲۶/۴/۱۹۵۵ء [دراصل یوسف ظفر نے انھیں غزل/نظم پر دس روپے کا چیک ارسال کیا تھا

، جس پر روشن نگینوی نے گلہ کیا۔]مملوکہ : ڈاکٹر محمد امتیاز

۱۱۔ یہ نظم اَوجِ پاکستان کے قلمی نسخہ اور مطبوعہ دونوں میں موجود ہے۔جس کے کل آٹھ بند ہیں اور ہر بند میں آٹھ اشعار ہیں۔ یہ ترجیع بند ہیئت میں ہے۔ٹیپ کا مصرع ہے: ؎

''سوئے منزل رہے گا مزن تو سدا قومِ بیدار کے اے جری رہنما''۔ص۔۷۳

۱۲۔ یہ نظم اَوجِ پاکستان کے قلمی نسخہ اور مطبوعہ دونوں میں موجود ہے۔جس کے کل بتیس (۳۲) بند ہیں ۔ یہ ترجیع بند اور مسدس کی ہیئت میں ہے ۔ٹیپ کا مصرع ہے: ؎ ''قائدِ انقلاب زندہ باد'' ۔ص۔۶۱

۱۳۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی،۱۴/ جنوری ۱۹۶۵ء۔اس کے علاوہ یہ خبر۱۴/ جنوری کے روزنامہ شہباز پشاور،روزنامہ امروز لاہور، اور ملک کے دیگر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

۱۴۔ راقم کو روشن نگینوی کی فائلوں میں ریڈیو پاکستان پشاور کے مختلف پروگراموں اور مشاعروں میں شرکت کے دعوت نامے اور کنٹریکٹ ملے جن کی تعداد تیرہ ہیں۔

۱۵۔ محمد امتیاز،'' روشن نگینوی ......ایک عہد ساز شاعر''۔

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ عبدالحمید،'' تعارف'' نگینے ۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۱۸۔ یوسف ظفر،''فلیپ'، رگِ سنگ۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۱۹۔ خاور قریشی،فلیپ، رگِ سنگ۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۲۰۔ یہ تمام مقالات غیر مطبوعہ ہیں اور ہمیں روشن نگینوی کی فائلوں سے ملے ہیں۔

۲۱۔ ہم نے ان کی بیاضیوں میں سے غزلیں گن کر یہ تعداد بتائی ہے۔ممکن ہے ایسی غزلیں بھی ہوں جو اُنھوں نے کسی رسالے یا اخبار کو بھیجی ہو اور اپنی بیاض میں لکھی نہ ہو یا کسی کاغذ پر کوئی غزل لکھی ہو اور کاغذ کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا ہو۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اندازتاً اُنھوں نے ۵۰۰ تک غزلیں کہیں ہیں۔

۲۲۔ ہم نے ان کی بیاضیوں میں سے نظمیں گن کر یہ تعداد بتائی ہے۔

۲۳۔ روشن نگینوی اَوجِ پاکستان یونی ورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور، ۱۹۶۶ء،ص۔۵۷

۲۴۔ محمد طاہر فاروقی، خاطر غزنوی پاکستان میں اردو (اردو زبان و ادب کا پاکستانی دور ۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۴ء)، شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور،ص۔ ۱۳۶

۲۵۔ روشن نگینوی ، کے بیٹا سید منصور سلطان پاک فوج میں سکینڈ لیفٹننٹ تھے۔اُن کی شہادت کا یہ واقعہ ۲۶/ مارچ ۱۹۸۶ء کو تقریباً صبح ساڑھے دس بجے ہوا۔ اُنھوں نے اپنے لختِ جگر کی یاد میں ایک نظم بعنوان:

تو کہاں ہے اے مرے لختِ جگر، نورِ نظر'' لکھی۔ بحوالہ: قلمی بیاض ،حرفِ فروزاں ۔مملوکہ: ڈاکٹر محمد امتیاز

۲۶۔ رضا ہمدانی،'' ماضی کے دریچے''، روزنامہ مشرق پشاور،۱۸/ستمبر ۱۹۸۹ء

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ رشید حسن خان ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ الفیصل کتب اردو بازار لاہور۲۰۰۳ء۔ص۔۹۰